

سپریم کورٹ آف پاکستان

(بنیادی دائرہ اختیار سماعت)

بینچ:

مسٹر جسٹس افتخار محمد چوہدری، چیف جسٹس

مسٹر جسٹس خلیجی عارف حسین

مسٹر جسٹس طارق پرویز

آئینی پٹیشن 77/2010 اور ہیومن رائٹس کیس نمبرز 40220-G, 40303-P,

42-43/2012 اور 13124-P اور 43103-B/2011 اور سول متفرق درخواستیں 2012-43-42

صدر بلوچستان ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن بنام فیڈریشن آف پاکستان وغیرہ

اینڈ

آئینی پٹیشن نمبر 77/2010 میں سول متفرق درخواست نمبر 431/2012

(کراچی میں مورخہ 30 جنوری 2012 کو میر بختیار ڈوکی کی بیوی اور بیٹی کا خوفناک اور سنسنی خیز قتل)

اینڈ

آئینی پٹیشن نمبر 77/2010 میں سول متفرق درخواست نمبر 178-Q/2012

(بلوچستان میں لاپتہ افراد کے کیسز کے لیے اپیل)

برائے درخواست گزار:-

سید ایاز ظہور، سینئر وکیل سپریم کورٹ

مسٹر ہادی شکیل احمد، وکیل سپریم کورٹ

مسٹر کامران مرتضیٰ، وکیل سپریم کورٹ

سید قاضی شاہ، وکیل سپریم کورٹ

ملک ظہور شہوانی، وکیل، صدر بلوچستان ہائی کورٹ بار

شکایت کنندگان:

مسٹر نصر اللہ بلوچ، آواز برائے بلوچ لاپتہ افراد

مسٹر باجیار بلوچ، مس فرزانہ مجید، مسٹر اللہ بخش، مسماۃ بختاور بی بی،

مس سمیع، مس سمیر بلوچ اور غلام فاروق (تمام بذات خود)

عدالتی نوٹس پر:

ملک سکندر خان، ڈپٹی ایٹارنی جنرل

برائے بلوچستان گورنمنٹ:

مسٹر امان اللہ کنرانی، ایڈووکیٹ جنرل
مسٹر طارق علی طاہر، ایڈیشنل اے جی
مسٹر بابر یعقوب فتح محمد، سی ایس
مسٹر نصیب اللہ بزنی، سیکرٹری ہوم ڈیپارٹمنٹ
راؤ امین ہاشم، آئی جی پولیس
مسٹر منیر بادینی، سیکرٹری تعلیم
مسٹر نسیم لہری، کمشنر کوئٹہ
مسٹر احسان محبوب، سی سی پی او، کوئٹہ
مسٹر حامد شکیل، ڈی آئی جی، کوئٹہ
قاضی عبدالواحد، ڈی آئی جی آپریشن
مسٹر نوشیر یونس، فوکل پرسن

برائے سندھ پولیس:

مسٹر مشتاق مہر، ڈی آئی جی۔ سی آئی ڈی
مسٹر نعیم شیخ، ایس ایس پی
مسٹر طارق دار بگو، ایس پی
مسٹر ضمیر، ڈی ایس پی

برائے وزارت دفاع، آئی بی اور ایف سی:
کوئی نہیں۔

تاریخ سماعت: 15 اپریل 2012ء

آرڈر

افتخار محمد چوہدری چیف جسٹس:-

مسٹر نصیب اللہ خان بازئی، سیکرٹری ہوم ڈیپارٹمنٹ، گورنمنٹ آف بلوچستان نے سال 2010ء سے یکم اپریل 2012ء تک برآمد کی گئی میتوں/ لاشوں کی ایک فہرست پیش کی ہے۔ (اس نے اس کے متن کو صیغہ راز میں رکھنے کو نہیں کہا) تفصیلات کے مطابق کہا گیا کہ اوپر بیان کئے گئے عرصے کے دوران، 349 لاشیں برآمد ہو چکی ہیں ان میں کچھ واقعات کی FIR درج ہو چکی ہیں۔ خاص طور پر وہ علاقہ جو پولیس کے دائرہ اختیار میں ہے جو علاقہ "A" سے جانا جاتا ہے جہاں تک جو لاشیں علاقہ "B" سے برآمد

ہوئیں جو لیویز کے دائرہ اختیار میں ہے۔ ان میں سے کچھ واقعات کی FIR درج ہو چکی ہیں۔ اس معاملے کا بدقسمت پہلو یہ ہے کہ اس میں کوئی نتیجہ خیز تحقیقات نہیں ہوئیں جو حتمی نتائج کی حامل ہوں حالانکہ کچھ مقدمات میں ملزم نامزد کئے گئے تھے۔ اور ان کے ملوث ہونے یا نہ ہونے کے متعلق نشاندہی نہیں کی گئی تھی۔ مثال کے طور پر ان واقعات میں سے ایک جلیل رکی کے قتل کے بارے میں تھا۔ سوائے FIR کا ٹٹنے کے کوئی پیش رفت نہ کی گئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شکایت کنندہ اور ملزم دونوں کا حق ہے کہ ان کے ساتھ آئین کے مطابق کارروائی کی جائے۔ جب پولیس بغیر کسی خوف اور طرف داری کے تحقیقات کرتی ہے۔ تو نتیجہ انصاف کے مطابق آنے کا امکان ہوتا ہے۔ تاہم جب تک شہادت مکمل نہ کر لی جائے لوگوں کے خلاف مفروضہ قائم نہ کیا جائے جو ان مقدمات میں ملوث ہوتے ہیں محکمہ پولیس اور لیویز قانون کے مطابق ضابطوں کے پابند ہیں کہ شہادت اکٹھی کریں اور جو لوگ FIR میں نامزد ہوتے ہیں ان کے قصور واریا بے گناہ ہونے کے بارے میں حتمی فیصلہ کریں۔

2۔ ہم اس بات سے اتفاق نہیں کرتے کہ پولیس کچھ نہیں کر سکتی کیونکہ چند مقدمات جو کہ ہمارے علم میں لائے گئے ہیں۔ جب پولیس نے عملی طور پر تحقیقات شروع کی تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ جیسا کہ چند دن بیشتر غیر معمولی مقدار میں اسلحہ اور دھماکہ خیز مواد برآمد کیا گیا تھا۔ اور بلوچستان میں اغواء برائے تاوان میں ملوث گروہوں کو بے نقاب کر لیا ہے۔ جو ظاہر کرتا ہے کہ زیادہ تر مقدمات میں پولیس اور لیویز جان بوجھ کر اپنی ذمہ داریاں سرانجام دینے میں کوتاہی کرتے ہیں لہذا حالات کے مد نظر ہم درج ذیل ہدایات دیتے ہیں۔

(i) مندرجہ بالا دونوں محکمے فوری طور پر ایمر A اور B سے ملنے والی لاشوں کے متعلق مقدمات درج کریں اور اگر مقدمات پہلے ہی سے درج ہو چکے ہیں تو ان میں تحقیقات کا آغاز کریں اور مقررہ وقت کے اندر تحقیقات کو منطقی انجام تک پہنچائیں۔

(ii) حیران کن بات یہ ہے کہ ریاست یا صوبائی حکومت نے مرنے یا زخمی ہونے والوں کے لواحقین کو کوئی معاوضہ نہیں دیا جن کی لاشیں صوبہ کے مختلف دور دراز علاقوں سے ملی تھیں۔ صوبائی حکومت کے چیف سیکرٹری کے ذریعے حکم دیا جاتا ہے کہ پالیسی کے مطابق معاوضہ ادا کرے اگر ایسی کوئی پالیسی نہیں تو فوراً اس کے متعلق پالیسی مرتب کریں اور بااثر لوگ ان خاندانوں سے رابطہ کریں جو مشکل میں ہیں اور معاوضہ کی ادائیگی کا فوری بندوبست کریں۔

(iii) اگر ان میں سے کوئی آدمی دوران ملازمت مراہے تو اسے قانون کے مطابق سارے فائدے دیے جائیں تاہم فائدہ ملنے کا یہ مقصد ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ صوبائی حکومت اور دیگر قانون نافذ کرنے والے ادارے ملزمان کو تلاش کرنے کی ذمہ داریاں ادا کرنے سے عہدہ برآ ہو گئے ہیں خواہ وہ کوئی بھی ہو یا کتنے ہی بڑے عہدے پر ہوں ان کو سامنے لایا جائے اور اس کا معاملہ اس عدالت کے رجسٹرار کے پاس ہمارے معائنہ کے لئے بھیجا جائے۔

3۔ یہ پتہ چلا ہے کہ F.C. کے کچھ افراد بعض لوگوں کے قتل میں ملوث ہیں۔ یہ حقیقت صوبائی وزیر محمد صادق عمرانی نے اپنے بیان میں بتائی جسکی حمایت حاجی علی مدد جنگ نے صوبائی اسمبلی کی کارروائی مورخہ 06.02.2012 میں کی۔ یہ بیان دیتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ دو افراد کو اغواء ہوتے ہوئے انہوں نے اور میر ظفر اللہ زہری ہوم منسٹر اور جناب یونس ملازنی صوبائی وزیر نے خود دیکھا تھا اور جب وہ اگلے دن قلات سے واپس آرہے تھے تو انہوں نے ان لوگوں کی نعشوں کو دیکھا۔ حیران کن طور پر اس اطلاع پر

کوئی کاروائی نہ کی گئی۔ اس بیان کی کاپی فاضل اٹارنی جنرل کو بھیجی جائے جو کہ IG,FC بلوچستان کے ساتھ کل پیش ہوں اور جو کچھ اسمبلی کے روبرو کہا گیا ہے اُس پر وضاحت پیش کریں۔

4. ایک اور بیان بعنوان Target and Sectarian Killings کے ہوم سیکرٹری نے جمع کروایا ہے جس کے مطابق Target Killings کی مکمل تعداد 1085 ہے۔ حیران کن طور پر ایک بیان جو کہ C.M.A.5908/2011 میں موجود ہے سوائے 15 افراد کے کوئی ملزم گرفتار نہیں کیا گیا۔ اسکی وضاحت موجود نہیں ہے۔ یہ بات اہم ہے کہ فرقہ وارانہ قتل و غارت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے کچھ دن پہلے مورخہ 29.3.2012 کو چھ افراد اور 4-5 اپریل 2012 کے دوران دو افراد فرقہ وارانہ وجوہات کی وجہ سے مارے گئے۔ اس طرح کچھ دن پہلے NGOs کے چھ افراد اغواء ہوئے لیکن ابھی تک اس بارے میں کچھ نہیں کیا جاسکا۔ نہ ہی I.G.P جو کہ پولیس کے چیف ہیں اور ہوم سیکرٹری جو کہ Levies فورس کے چیف ہیں، کے پاس کوئی جواب ہے جس کا مطلب ہے کہ انہیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ کیا انہوں نے کوئی دلچسپی دکھائی ہے حالانکہ جرم کا پتہ لگانا اور ملزم کو گرفتار کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ بہر حال انہیں ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ FIRs کے اندراج، تفتیش جو انہوں نے کی، نامزد ملزمان اور اوپر بیان کئے گئے واقعات کے متعلق مقدمات کی صورتحال پر اپنی وضاحت پیش کریں۔ انہیں یہ بھی ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ ایسے تمام لوگوں کے قانونی و رٹاء کو معاوضہ دیں جو کہ قتل یا زخمی ہوئے ہیں۔ اگر کوئی ایسا شخص جو کہ قانونی نافذ کرنے والی ایجنسی سے ہو تو اُس کی مراعات قانون کے تحت بڑھائی جائیں۔ ایک بار پھر یہ کہنا ضروری ہے کہ ان مراعات کو دینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قانون نافذ کرنے والی ایجنسیز ملزمان کو گرفتار کرنے سے بری ہیں جبکہ وہ انہیں قانون کے حوالے کریں تاکہ صوبے میں قانون کی حکمرانی ہو۔

5۔ جرائم کی تیسری قسم جو کہ دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اغواء برائے تاوان ہے۔ مثال کے طور پر کوئٹہ میں سال 2010 اور 2011 میں اغواء برائے تاوان کے 194 مقدمات درج کئے گئے۔ فاضل ایڈوکیٹ جنرل کے مطابق ان تمام مقدمات میں FIRs درج ہو چکی ہیں اور زیادہ تر مقدمات میں لوگ بازیاب ہو چکے ہیں تاہم فاضل کنسل سائلان نے اس بیان کی نفی کی ہے اور واضح کیا کہ پولیس اس کا کریڈٹ نہیں لے سکتی کیونکہ اکثر لوگ تاوان ادا کرنے کے بعد واپس آئے ہیں۔ ابھی تک BRSP کے پانچ افراد اور ایک شخص ڈاکٹر راجیش جس کا تعلق ہندو کمیونٹی سے ہے غائب ہیں۔ جبکہ دو افراد جن کا تعلق سندھ سے ہے تاوان کے ادائیگی کے بعد واپس آئے۔ ہوم سیکرٹری نے دعویٰ کیا کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی انتھک محنت کی وجہ سے اغواء کے مقدمات میں ملوث بہت سے لوگ گرفتار ہو چکے ہیں۔ اگر ہم اس بیان کو کچھ وقت کے لئے مان بھی لیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ میر ظفر اللہ زہری، ہوم منسٹر نے پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا میں یہ بات قبول کی ہے کہ بلوچستان کے کچھ وزراء اغواء برائے تاوان میں ملوث ہیں یہ بیان چند دن پہلے دیا گیا۔ لیکن انسپکٹر جنرل آف پولیس اور قانون نافذ کرنے والے ادارے کے کسی بھی رکن نے امن وامان یقینی بنانے کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا اس اہم انکشاف اور قابل بھروسہ معلومات، جو کہ ایسے شخص نے بیان کیے جو کہ ایک صوبائی وزیر کے عہدہ سے کم نہ ہے، کہ بعد انسپکٹر جنرل آف پولیس، ہوم سیکرٹری یا کسی بھی اہم آفیسر کو فوری طور پر کاروائی کرنی چاہیے تھی تاہم مورخہ 03 اپریل 2012ء کو قاضی عبدالواحد، DIG آپریشن نے اُس کا بیان قلمبند کیا جس کے نکات درج ذیل ہیں۔

(1) یہ کہ میں اپنے فرائض بطور وزیر ہوم اور ٹرانسپل آفیز ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف بلوچستان اپریل 2008ء سے ادا کر رہا ہوں۔

(2) یہ کہ بلوچستان اسمبلی کے منتخب ممبران کی تعداد 65 ہے وہ اپنے متعلقہ علاقہ کی نمائندگی کرتے ہیں۔ 65 اراکین میں سے 54 وزیر اور مشیر ہیں۔

(3) پچھلے چند سالوں سے صوبے کے اضلاع میں اغواء برائے تاوان کی بڑھتی ہوئی وارداتوں نے لوگوں کے درمیان عدم تحفظ کی فضا پیدا کی ہے اور مجموعی طور پر صوبائی حکومت خاص طور پر وزارت ہوم ٹرانسپل ڈیپارٹمنٹ کی امن وامان کے حوالہ سے بدنامی ہوئی ہے۔

(4) مختلف علاقوں سے وزراء کی اغواء برائے تاوان کے جرائم میں شمولیت سے متعلق اخبارات میں خبریں بھی آئی ہیں اور صوبے کے مختلف علاقوں سے ٹیلی فون کالز بھی موصول ہوئی ہیں کہ وزراء اغواء برائے تاوان کے مقدمات میں ملوث ہیں۔

(5) میں اس معاملہ میں پولیس اور لیویز کے سنیر آفیسرز کے ساتھ میٹنگ کر رہا ہوں کہ وزراء کے خلاف اغواء برائے تاوان کے مقدمات میں شمولیت کے الزامات کی مزید تفتیش کروں اور ایک دفعہ مضبوط شہادت کسی بھی وزیر کے خلاف ریکارڈ پر آجائے تو میں اپنا حتمی بیان دینے کی پوزیشن میں ہوں گا۔

6۔ ایسا لگتا ہے کہ بیان مندرجہ بالا میں اس نے وزراء کے نام ظاہر کرنے میں ہچکچاہٹ ظاہر کی ہے۔ اس کے برعکس اس نے اپنی پریس گفتگو میں وزیر اعلیٰ کو یہ نام بتائے ہیں اور ایسے وزراء کی تعداد جو کہ اس میں شامل ہیں دو یا تین ہیں اس پریس گفتگو کو کورٹ میں ملٹی میڈیا کے ذریعے دیکھایا گیا اس کے بیان کا متن، جس میں اس نے یہ وجہ بیان کی ہے درج ذیل ہے:-
سوال:- اچھا سر آج کا بینہ کا اجلاس ہوا۔ لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے بات چیت ہوئی کیا اس میں کوئی خاص اہم فیصلے کیے گئے۔

جواب:- جی ہاں آج کا بینہ کی میٹنگ چلی اس سلسلے میں کافی دیر تک انشاء اللہ کل تک یہ Continue رہے گا، کافی ساری چیزیں اس میں Discuss ہوئی۔ لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے۔ پہلے لوگ تنقید کرتے تھے کہ آپ نے کچھ بات کہی ہے کہ یہ Own کرتے ہیں یا نہیں کرتے جی بالکل میں اپنے Stand پر قائم ہوں۔ میں نے آج کا بینہ کو بریفنگ بھی دی ہے اور نام بھی اشارتاً بتائے اور چیف منسٹر صاحب کو بھی بتائے ہیں کہ یہاں کچھ منسٹر Involve ہیں Directly اور Indirectly بھی اور ان کو بریفنگ بھی دی ہے اس سلسلے میں انشاء اللہ ہم چیف منسٹر کے حکم کے ہم پابند ہیں۔ میں پہلے بھی اپنے Statement میں کہا تھا کہ چیف منسٹر صاحب اگر ہمیں اجازت دیں کیونکہ ہماری Collision گورنمنٹ ہے کچھ مجبوریات بھی ہوتی ہیں اس بات پر ہم نے طے کیا ہے کہ اس معاملے پر آج کے بعد ہم کوئی Compromise نہیں کریں گے۔ یہ ایک ہوم منسٹر کے بس کی بات نہیں ہے اس میں آپ کو پبلک کاسپورٹ بھی چاہیے ہوتا ہے اور اپنے Colleagues کا بھی سپورٹ بھی چاہیے ہوتا ہے ایک تو ہمارے پشتونوں کی طرف اچھی روایات ہیں نواب ایاز جو گیزٹی صاحب نے کہا کوئی اگر کسی کہ Ransom کے لئے لے جاتا ہے کہ کوئی اگر کسی کو پیسے 10 لاکھ دے گا تو اس سے 20 لاکھ وصول بھی کیے جائیں گے۔ اس طرح

قلعہ عبداللہ کی طرف کچھ گروپس تھے جو ہم نے کارروائی کی ان کے خلاف اس کے بعد یہ کارروائیاں بند ہونا شروع ہو گئیں اور Ransom دینا لوگوں میں اتنی جرات اور ہمت ہے وہ نہیں دیتے۔ ہماری طرف بد قسمتی سے پبلک کی طرف سے اتنی سپورٹ نہیں ہے اور ہمارے Colleagues کی طرف سے آج میں نے یہ تجویز دی کابینہ کی سفارش کلچر ہمیں ختم کرنا ہوگا کہ جس کی Levies Recruitment اور Administration کے حوالے سے Levies کی میرٹ کیا ہوتی ہے Effective Tribes وہاں Effective ہیں کوئی Simple یہ ہوتی ہے کہ آپ کا High ways جو Distrub ہے جو Tribes وہاں Effective ہیں کوئی زہری Effective ہے یا ریسائی Effective ہے یہ تو ان کو Recruit کیا جائے اس کے علاوہ ہمارے Colleagues یہ کرتے ہیں کہ ہمارا چیف منسٹر صاحب کو فورس کر کے D.C میرالایا جائے جب D.C اُس کا جائے گا تو ظاہر ہے اُس کی مرضی کے مطابق چلنا پڑیگا اگر DP ہے اور DIG ہے اور میرے

Region میں یہ DIG بھیجا جائے پھر کام نہیں کر سکتے ہم کام نہیں کر سکتے۔ آج CM کو یہ تجویز دی ہے اور دوستوں کو Agree کیا گیا ہے انشاء اللہ آج کے بعد Home منسٹر، اور Home سیکرٹری کی ہم بالکل اپنی مرضی سے لے جائینگے۔ اپنے DPOS اور DIG وغیرہ اور اس کے بعد ہم اس چیز کی ذمہ دار ہے اور خود جوابدہ ہے۔ اس چیز پر لاء اینڈ آرڈر اس قسم کا کوئی مسئلہ اگر ہم کنٹرول نہ کر پائے انشاء اللہ آج جو ہم نے Decision لی ہے اس سے انشاء اللہ آپ کو بہتر نظر آئیگی۔

سوال: وزراء کا نام تو کافی عرصے سے لیا جا رہا ہے اور آپ نے ہی Disclosed کیا تھا بڑی Important بات تھا اس کے بعد سارے وزیر یہ کہہ رہے کہ کچھ وزراء Involve ہے نام تو نہیں بتا سکتے لیکن تھوڑا اندازہ بتائے کہ کتنے وزیر ہیں۔ پانچ، چھ ہیں سات ہیں، دس ہیں پندرہ ہیں کتنے ہیں۔

جواب: نہیں سراسر اصل میں دو یا تین وزراء ہیں آج میں نے وضاحت بھی کی ہے بتایا بھی ہے اور اشارہ بھی بتایا ہے کہ ساری کی ساری کابینہ Involve نہیں ہیں پتہ نہیں کیا بد بخشی ان کو پڑی ہوئی ہے بہر حال میں نے نشاندہی کی ہے۔

7۔ ہوم منسٹر صوبہ بلوچستان کی طرف سے مندرجہ بالا بیانات کی روشنی میں مزید تبصرے طلب کرنے کی ضرورت نہ ہے۔ کیونکہ دونوں بیانات بخود واضح ہیں۔ عدالت میں موجود IGP کو ہدایت کی جاتی ہے۔ کہ وہ دونوں بیانات کو اکٹھا کر کے قانون کے مطابق، کسی بھی صورت میں اثر و رسوخ و مرتبہ کی حقیقت کی پرواہ کیے بغیر ان کے خلاف کارروائی کرے جو جرم میں شامل ہیں۔

8۔ I.G.P نے بتایا کہ پولیس آفسروں کی کمی کے باعث یہ ممکن نہیں کہ ملزموں کے خلاف کارروائی کی جائے۔ کیونکہ اس وقت پولیس فورس 26 افسروں کی کمی کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ اور وفاقی حکومت کے اعلامیہ جاری کرنے کے ناوجود کوئی بھی بلوچستان میں سروس کے لئے نہیں آیا۔ موجودہ صورت حال میں ہم سکرٹری وزارت داخلہ اور سکرٹری اسٹیبلشمنٹ حکومت پاکستان کو حکم دیتے ہیں۔ کہ ایسے افسروں کی قانون اور ضابطے کے مطابق بلوچستان میں تعیناتی کا اعلامیہ جاری کریں۔ تاکہ امن و امان کی صورت کنٹرول میں لائی جائے۔ اور اعلامیہ کی کاپی عدالت رجسٹرار کو بھیجیں اور I.G.P یہ بھی بتائیں کہ کیا اعلامیہ پر عمل درآمد ہوا کہ نہیں؟ تاکہ عدالت ان افسروں کے خلاف مناسب احکام جاری کرنے کے قابل ہو سکے جو ڈیوٹی سنبھلنے سے ہچکچاتے ہیں باوجود اس حقیقت کے سول ملازمین Act کے ضابطہ کے تحت انہیں بلوچستان میں سروس کرنے سے ہچکچانا نہیں چاہیے۔ اس حکم کو

اٹارنی جنرل کی طرف آج ہی بھیجا جائے جو معاملے کو دونوں وفاقی سکریٹروں کے ساتھ اٹھائے اور اعلامیہ کو جلد از جلد جاری کرنا یقینی بنائے اور اس کی رپورٹ کل مثبت طور پر جمع کرائے۔

9۔ اگلا درپیش مسئلہ بلوچستان میں گمشدہ لوگوں کا ہے۔ صدر بلوچستان ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن اور انسانی حقوق کمیشن نے بتایا کہ اس وقت صوبے کے مختلف علاقوں سے 72 افراد لاپتہ ہیں۔

10۔ مسماۃ فرزانہ مجید پیش ہوئی اور بیان دیا کہ اُس کا بھائی ذاکر مجید سکنہ خضدار ایم۔ اے انگلش کا طالب علم تھا اور 08 جون 2009 سے لاپتہ ہے۔ اس کو ایجنسز نے مستونگ سے اٹھایا تھا۔ جب وہ اپنے دو دوستوں کے ہمراہ نوشک سے واپس آ رہا تھا جو کہ اُسکے ساتھ اغواء ہوئے تھے پر بعد میں رہا ہو گئے۔ انہوں نے اپنے گھر کے افراد کو بتایا کہ اُس گاڑی میں ایجنسز اور FC کے لوگ تھے۔ انہوں نے بہت بھاگ دوڑ کی پر اس معاملے میں کوئی بھی اُن کی مدد نہیں کر رہا تھا۔ مزید برآں اُس نے چیف جسٹس آف پاکستان کو درخواست دی اور مسٹر جسٹس جاوید اقبال کے سامنے پیش ہوئی، اُس نے بتایا کہ اُس کے بھائی واپس آئیگا پر ابھی تک کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ تاہم انسانی حقوق کی کمیشن کی رپورٹ، جو کہ صدر ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن برائے رکارڈ لے کر آئے جس کے مطابق فہرست میں اُن کا نام ترتیب نمبری 159 پر ہوا ہے اور اُسے بازیاب شدہ ظاہر کیا گیا ہے۔ ذاکر مجید کی گمشدگی کے متعلق بھی ابتدائی اطلاعی رپورٹ نمبر 62/2010 پولیس اسٹیشن صدر مستونگ میں 29 جون 2010 کو درج کی گئی تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدائی اطلاعی رپورٹ انہیں بازیاب کرنے کے لئے حکومت پاکستان کی طرف سے مقرر کردہ کمیشن کی سفارش پر درج کی گئی تاہم حقائق اسی طرح موجود ہیں کہ ان کی بہن کے بیان کے مطابق وہ ابھی تک بازیاب نہ ہوا ہے اور وہ ابھی تک 8 جون 2009ء سے لاپتہ ہے۔

11۔ حافظ سعید الرحمن کے والدین، اللہ بخش اور مسماۃ بختاور عدالت میں پیش ہوئے اور بیان دیا کہ ان کا بیٹا 4 جولائی 2003ء سے لاپتہ ہے۔ کوششوں کے باوجود وہ ابھی تک بازیاب نہ کیا جاسکا ہے انہوں نے ایک چھٹی بتاریخ 7 دسمبر 2009ء جاری کردہ محکمہ داخلہ قبائلی امور حکومت بلوچستان کے دستخط شدہ جناب ظفر اقبال، میں موجود نکات کو ہبوز ذیل میں دیا جاتا ہے:-

"2۔ وزیر داخلہ قومی بحران سے متعلق انتظامی سیل نے بذریعہ چھٹی بتاریخ یکم جنوری 2007ء (R&A)

بتاریخ 06 جون 2009ء مطلع کیا ہے کہ حافظ سعید الرحمن ولد اللہ بخش جس کو 04 جولائی 2003ء کو نیٹ سے

گرفتار کیا گیا تھا وہ بذریعہ FGCM گوجرانوالہ میں پچیس سال قید با مشقت کی سزا بھگت رہا ہے۔

3۔ مندرجہ بالا کی روشنی میں درخواست کی جاتی ہے کہ بذریعہ فیکس نمبر 9201835-081 پر دودن کے اندر

اُسکی موجودگی کو یقینی بنایا جائے۔ کیونکہ مقدمہ عدالت عظمیٰ میں ہے۔"

12۔ جناب حامد شکیل، قائم مقام DIG Invesntigation نے بیان دیا یہ تمام کوششیں بروء کار لائی گئیں گمشدہ، آدمیوں کو ڈھونڈنے کے لئے اس سلسلے میں دو نعیش بھی نکالیں گئیں مگر وہ نعیش کسی اور آدمیوں کی تھیں۔ جناب کامران نرغی نے بہر کیف بیان دیا کہ حکومت بلوچستان کے خط کے مواد کے مطابق جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے یہ گجرانوالہ میں 25 سال قید کاٹ رہا ہے مگر کسی نے بھی کیس کے اس طرف معلوم نہیں کیا۔ جناب حامد شکیل نگران ڈی آئی جی کو حکم دیا گیا کہ خط کا جائزہ لیں اور اُس کی صداقت کے بارے میں رپورٹ جمع کرائیں، اسی دوران حافظ سعید کا کھوج لگانے کے لئے بھی کوششیں جاری رہیں اس خط کی

کاپی اٹارنی جنرل کو بھیجی جائے جو ضروری اطلاع وزارت داخلہ سے حاصل کرے اور کل جمع کرائے۔ ملک ظہور شہوانی ایڈوکیٹ، صدر ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن نے بیان دیا کہ ایک لسٹ میں ظاہر کیا ہے کہ اس کا کھوج لگایا جا چکا ہے مگر ابھی تک اُس کا کوئی پتہ نہیں چلا جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے۔

13. مسماۃ سامی پیش ہوئی اور اس نے بیان دیا کہ وہ ڈاکٹر دین محمد کی بیٹی ہے جو کہ ماشا کائی آواران کارہاشی ہے۔ وہ 28 جون 2009 سے لاپتہ ہے جب وہ دیہی مرکز صحت اور نالج میں اپنے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ اسکے نوکر / باورچی رمضان نے بتایا کہ تقریباً 12 بجے دن چار پانچ افراد اسکے گھر داخل ہوئے اور اسے اٹھالے گئے۔ وہ تمام افراد سادہ کپڑوں میں ملبوس تھے۔ وہ اسکے گھر ٹوٹا سرف گاڑی پر آئے اگلے دن اس واقعہ کی FIR درج کر دی گئی۔ جناب نوشیر SP نے بیان کیا کہ تفتیش بشمول ایجنسیوں سے کی گئی لیکن اسکا ابھی تک نہیں پتا چلا۔ SP کے مطابق اسکی کوئی سیاسی سرگرمیاں نہ تھیں لیکن نصر اللہ بلوچ نے بتایا کہ ڈاکٹر دین محمد تقریباً گزشتہ تین سالوں سے BNM کی مرکزی کمیٹی کا رکن تھا۔ اُس کا نام صدر ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کی طرف سے پیش کی گئی انسانی حقوق کمیشن پاکستان کی لسٹ کے سیریل نمبر 64 پر تحریر ہے۔

14. مسماۃ سمیرا پیش ہوئی اور اس نے بیان کیا کہ 1 مارچ 2012 کو اس کے گھر واقع سریاب ملز پر دھاوا بولا گیا اور دس افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ بائیس روز بعد تین افراد محمد حنیف، محمد شبیر اور لال محمد واپس آگئے جبکہ سات افراد جنکے نام عامرخان، میرجان، گل میر، بلاغ شیر، ہزارخان، مزارخان اور جاوید قوم ماری ابھی تک لاپتہ ہیں۔ جب ہم نے IG پولیس، DIG تفتیش اور DIG آپریشن سے دریافت کیا کہ اس واقعہ کی ابھی تک کوئی رپورٹ درج نہیں کی گئی تاہم مسماۃ سمیرا نے بیان کیا کہ اگلے ہی روز مقامی رہائشی باشندگان نے سڑک کو بلاک کر دیا اور پولیس موقع پر آ موجود ہوئی اور FIR اندراج کی یقین دہانی کرائی لیکن ابھی تک کوئی FIR نہیں درج کی گئی۔ مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ پولیس اس واقعہ سے مکمل آگاہ ہے کیونکہ ہمیں ایک خفیہ رپورٹ دکھائی گئی ہے جس میں اس مقدمہ کو کرائم برانچ تبدیل کرنے کی درخواست کی گئی ہے۔ ان کو ساتوں افراد کی بازیابی اور انہیں کل عدالت میں پیش کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

15. غلام فاروق پیش ہوا اور اُس نے بیان کیا علی اصغر بنگل زئی سال 2010 سے لاپتہ ہے۔ I.G. پولیس کو اس بارے ایک جامع رپورٹ پیش کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

16. بہت سے افراد گمشدہ ہیں۔ جن کی تفصیلات ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر متعلقین کے ساتھ مشاورت کے بعد پیش کریں گے۔ فاضل اٹارنی جنرل کو ہدایت کی جاتی ہے کہ معاملہ کی خود نگرانی کریں اور کل رپورٹ پیش کریں، آیا کہ کتنے لوگ لاپتہ ہیں۔ وہ کیونکر بازیاب نہ کیے جاسکے اور وفاقی حکومت کی طرف سے ان کی بازیابی کے لئے کیا اقدامات کی جا رہی ہیں۔ ایسی ہی ہدایات ایڈوکیٹ جنرل کے لیے بھی ہیں۔

17. صدر ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن نے یہ بتایا ہے کہ حمزہ شہوانی کو بازیاب کر لیا گیا ہے۔ اور وہ اب لاپتہ نہ ہے۔ لیکن خضدار سے منیر مردانی ابھی تک لاپتہ ہیں۔ سیکریٹری داخلہ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ معاملہ کی نگرانی کرنے کے ساتھ ساتھ متعلقین سے معلومات حاصل کریں اور صورت حال کی کل وضاحت کریں۔

18. ہم نے یہ بات نوٹ کی ہے کہ بلوچستان میں اصل مسئلہ معاشرتی و معاشی نوعیت کا ہے جس کا حل صرف اس صورت میں

ہوسکتا ہے کہ عوام کو خود مختاری دیتے ہوئے مقامی حکومت کے انتخابات کروائیے جائیں۔ جو کہ آئین کے آرٹیکل 32 کی رو سے حکومت کی ذمہ داری ہے جس میں ایسے کہا گیا ہے۔

"ریاست، متعلقہ علاقہ جات کے منتخب نمائندوں پر مشتمل مقامی حکومت کی حوصلہ افزائی کرے گی اور ان اداروں میں کسانوں، کارکنوں، اور خواتین کو خصوصی نمائندگی دی جائے گی۔"

چیف سیکرٹری نے مطلع کیا ہے کہ انہوں نے حال ہی میں عہدہ کا چارج سنبھالا ہے۔ اور انہیں حد بندی کی کارروائی کے عمل کے علاوہ دیگر متعلقہ امور کے بارے میں مکمل آگاہی نہ ہے۔ (اس عمل) کی جلد تکمیل کا امکان موجود ہے اور وہ اس پہلو پر وزیر اعلیٰ سے مشاورت کریں گے۔ وہ یہ کام کریں لیکن ہماری رائے میں آئین کی 18 ترمیم کے پاس ہو جانے کے بعد آرٹیکل 140-A کے تحت ہر صوبائی حکومت مقامی حکومتوں کے نظام کے قیام اور سیاسی، انتظامی اور معاشی اختیاراتی ذمہ داریاں مقامی حکومتوں کے منتخب نمائندوں کے حوالے کرنے کی ذمہ دار ہے۔ یہ صرف صوبہ بلوچستان ہی نہیں بلکہ دوسرے صوبوں کے ساتھ ساتھ اسلام آباد کے علاقہ میں بھی ابھی تک انتخابات کا انعقاد نہ ہوا ہے۔ اس تناظر میں ہم تمام چیف سیکرٹری صاحبان کی طرف سے جواب طلب کرنا چاہیں گے۔ فاضل اٹارنی جنرل اس معاملے میں ان سب سے ہدایات لیں اور اپنے دستخطوں سے تفصیلات پیش کریں

19. نصر اللہ بلوچ نے ایک دیوانی متفرق درخواست نمبری 178-Q/2012 داخل کی ہے اٹارنی جنرل کو اس کا جواب داخل کرنے کے لئے نوٹس جاری کیا جاتا ہے

دیوانی متفرق درخواست نمبری 431/2012

جناب مشتاق مہر DIG, CID کراچی نے ایک رپورٹ داخل کرتے ہوئے استدعا کی ہے کہ انہیں مطلوبہ ہدایات پر عمل کرنے کے لئے کچھ وقت دیا جائے۔ جیسا کہ رپورٹ کے متعلق خفیہ ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے اس لئے اُسے واپس کر دیا گیا ہے یہ بات قابل ذکر ہے کہ بار بار ہدایات دیئے جانے کے باوجود کوئی بھی پیش رفت نہ ہوئی ہے اور ہر بار پولیس افسران آکر کچھ مزید وقت کی درخواست کر دیتے ہیں ہم نے یہ بات ان پر واضح کر دی ہے۔ کہ اگر وہ تفتیش کرنے میں کوئی مشکل محسوس کرتے ہیں یا معاملات پر پیش رفت کرنے کی پوزیشن میں نہ ہیں تو انہیں عدالت کو اس بات سے آگاہ کرنا چاہیے تاکہ عدالت ان کے خلاف مناسب احکامات صادر کرنے کے ساتھ معاملہ کی تفتیش کے لئے کسی اور کو ہدایات جاری کرے۔ پہلے جناب شبیر شیخ ایڈیشنل آئی جی معاملہ جانچ پڑتال کر رہے تھے لیکن اب انہیں کورس کرنے کے لئے امریکہ جانے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ کیس کو کل یعنی 06.04.2012 کے لئے موخر کیا جاتا ہے۔

چیف جسٹس
جج
جج

کوئٹہ

5 اپریل 2012